اطاعت امیر، مربیان کی عزت نیز امراء کے فرائض کا بیان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸/ اکتوبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد فضل لندن کے انگریزی متن کا اردو ترجمہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اس دورہ کے دوران یہ آخری جمعہ کی نماز ہے جو ہم اکٹھی ادا کریں گے۔ اس موقع پر سب سے پہلے تو میں اپنے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں جس نے ہم سب پر اپنا فضل نازل کیا اور خاص طور پر اس سفر کو با مقصد اور کامیاب بنا کر اپنے اس عاجز بندے پر خاص فضل نازل فرمایا۔ میں نے اسکی مدد ہر قدم پر مشاہدہ کی۔ وہی اس کائنات کا مالک ہے اس لئے اگر اس کا رحم ہو تبھی ہماری کسی کوشش میں پھل لگ سکتے ہیں۔ وہ ہم پر بہت مہربان ہے اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ آئندہ بھی وہ اسی طرح مہربان رہے گا اور ہم سے درگزر فرمائے گا۔

اس کے بعد میں جماعت انگلستان کی محبت اور مہمان نوازی کا شکر گذار ہوں۔ میری اور میرے ساتھیوں اور تمام دنیا سے آنے والوں کی نہایت کھلے دل سے مہمان نوازی کی گئی ہے۔ ہر شخص جسے میں جانتا ہوں خوش گیا ہے اور ہم بھی اپنے اس سفر کی حسین یادوں کے ساتھ خوش وخرم واپس جائیں گے اور یہ یادیں انشاء اللہ دعاؤں میں ڈھل جائیں گی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عاجزانہ دعاؤں

کو قبول فرمائے گا۔

اب میں بعض متفرق باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور آج میں نے گفتگو کرنے کے لئے مختلف نکات نوٹ کئے ہیں۔ سب سے پہلے تو میں ان واقفین زندگی کے بارہ میں کچھ کہوں گا جو مختلف پہلوؤں سے یہاں خدمات بجالا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیاں پیش کر دی ہیں انہیں معاشرے کی طرف سے خاص مقام اور تعاون ملنا چاہئے۔ وہ اپنے مقصد میں اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک سارا معاشرہ، ساری جماعت اس مقصد کے حصول کے لئے ان کی مدد نہ کرے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں ایک خاص عزت اور مقام ملنا چاہئے۔ مگر میں نے بڑے دکھ سے یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ بعض جماعتوں میں احباب مربیان کی کما حقہٗ عزت نہیں کرتے۔ بعض اوقات وہ ان کے کام پر اتنی شدت سے تنقید کرتے ہیں جو ان کے جگر چیر دیتی ہے۔ اور وہ اسکی بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے کہیں بھی اسکا ذکر نہیں کیا۔

لوگوں میں فرق ہوتا ہے۔ وہ مختلف قسم کے تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اگر کوئی اعلیٰ درجہ کی انگریزی زبان میں خطاب نہیں کر سکتا تو یہ اسکا قصور نہیں۔ یہ اس نظام کا قصور ہو سکتا ہے جس میں انہوں نے پرورش پائی۔ یا اس سکول کا قصور ہو سکتا ہے جس میں انہوں نے تعلیم حاصل کی بہت سے ایسے دیگر پہلو ہو سکتے ہیں جن کا میں یہاں جائزہ نہیں لے سکتا۔ مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی ہے تو اسے عزت اور محبت ملنی چاہئے۔ اور ہر شعبہ میں اسے تعاون ملنا چاہئے۔

مجھے علم ہے کہ بعض جگہ یہاں تو نہیں مگر دنیا کے ہر حصہ میں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اب مربی ان کا ذاتی ملازم بن گیا ہے۔ یہ تکلیف دہ منظر ہمیں اسلامی دنیا میں عموماً اور گاؤں کی مسجد کے ملّا کے ساتھ پنجاب میں خصوصاً یہ سلوک نظر آتا ہے وہاں ملّا زمیندار کا ذاتی ملازم خیال کیا جاتا ہے۔ محض اس لیے کہ زمیندار اس کے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ کھانا پینا کس معیار کا ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ملّا ان کے صدقات پر زندگی بسر کرتا ہے اس لئے اس سے نامناسب رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اسکی روزانہ بے عزتی کی جاتی ہے۔ اس قسم کے معاشرے پر وہ صرف نفرت کی تعلیم دے کر

ہی قابو پا سکتا ہے۔ جب بھی وہ دوسروں کے لئے نفرت کی تعلیم دیتا ہے لوگ اسکی پیروی کرتے ہیں اور جب بھی وہ نیکی اور قربانی کرنے کی تعلیم دیتا ہے لوگ اسے چھوڑ جاتے ہیں۔ آجکل ملّا اور دوسرے لوگوں میں صرف یہی رشتہ رہ گیا ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ یہ بات سارے معاشرے میں نہ پھیل جائے، ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے دور کا سفر درپیش ہے۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے تیار ہونے والے مربیان اس قسم کے نظر آنے والے لوگوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ہیں جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق بہترین تعلیم حاصل کرنے کے بعد وقف کیا۔ ان کے پاس دو راستے تھے۔ یا تو دنیا میں بھٹک جائیں یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود کو پیش کریں۔ میں ایسے واقفین زندگی کو جانتا ہوں جو اگر دنیا داری میں لگ جاتے تو وہ ان لوگوں سے جو خود کو مالی طور پر ان سے بہتر سمجھ کر نامناسب رویہ اختیار کرتے ہیں، کہیں زیادہ بہتر حالات میں ہوتے، وہ زیادہ کمارہے ہوتے اور دنیا میں زیادہ باعزت مقامات پر فائز ہوتے اور وہ بعض غیر واقفین سے کہیں بہتر طرز زندگی کے حامل ہوتے۔ مگر وہ جس حال میں ہیں اُس پر مطمئن ہیں کیونکہ ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ چنانچہ ان کے بارہ میں تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ مجھے فکر ان لوگوں کی ہے جو ان سے نامناسب رویہ اختیار کرتے ہیں کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے نہ آجائیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ان لوگوں سے نامناسب رویہ اختیار کریں جنہوں نے اسکی راہ میں اپنی زندگیاں پیش کر دی ہوں۔ اس بارہ میں احتیاط کریں۔ اگر ہم ان سے عمدہ سلوک کریں تو یہ ان کا اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کریں یا رد کر دیں اگر وہ اسے قبول کر لیں تو وہ آپ کے اس سلوک کو قبول کر کے شکر گزاری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ آپ کے اس عمدہ سلوک کی وجہ سے وہ آپ کے غلام نہیں بن گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ احمدی جو اچھے حالات میں رہتے ہوں ان پر خواہ مخواہ تنقید نہ کی جائے۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض لوگ شدت پسندی اور تنگ نظری سے زندگی گزارتے ہیں۔ اگر کوئی احمدی عمدہ طریق سے زندگی گزار رہا ہو تو ایسے لوگ غضبناک ہو کر اس پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ آسائش کی زندگی گزار رہا ہے۔ انہیں اسلامی

تعلیمات کے مطابق آسائش کی زندگی کی تعریف ہی معلوم نہیں ہوتی۔ وہ نہیں جانتے کہ اسلام میں کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے بہترین چیزوں سے لطف اندوز ہوں، ہاں جب مالی قربانی کا تقاضا کیا جائے تو آپ قربانی کرنے والوں میں آگے آگے ہوں تو پھر جو کچھ باقی بچتا ہے وہ آپ کا ہے اور آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کریں۔

اگر آپ عمدہ اور آرام دہ زندگی گزاریں تو یہ قطعاً منع نہیں۔ جو ممانعت ہے وہ قرآن کریم میں کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔ اور اس کے بعد کسی کو حق نہیں کہ اس چیز کو ناجائز قرار دے دے جسے قرآن کریم نے ناجائز قرار نہیں دیا۔ اسی کی طرف اس آیت میں ذکر ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ (الاعراف: ۳۳)

کہہ دے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے بندوں پر حرام قرار دیا ہے جو ان کے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں تخلیق کی گئی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دنیا میں بھی یہ مومنین کے لئے ہیں اور آخرت میں تو صرف انہیں کے لئے مخصوص ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے زندگی میں عمدہ چیزیں استعمال کرنے کے لئے تخلیق کی ہیں نہ کہ سچے مومن انہیں رد کر دیں۔ چنانچہ اگر وہ ان اشیاء کو استعمال کریں تو کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ وہ اسلامی تعلیمات کی حدود میں زندگی گزارنے والے ہوں اور یہ بھی کہ یہ طرز زندگی ان کی مالی قربانیوں میں روک نہ بنے۔

جب ہم تنگدستی سے زندگی گزارنے کی بات کرتے ہیں تو اسکا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اسلام میں آرام دہ زندگی گزارنے کی ممانعت ہے۔ اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ بچت کر کے اسلام کی خدمت میں پیش کریں اسلام میں اسے نفل کہا گیا ہے۔ یعنی فرائض کی ادائیگی سے زائد اگر آپ اپنی مرضی سے کچھ خدمت کریں تو وہ نفل کے زمرے میں آتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص خود کو فرائض تک ہی محدود رکھے تو کسی شخص کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ ایک آنے والے نے اسلام کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپؐ نے اسے اسلام کی بنیادی تعلیمات

سے روشناس کروا دیا اور پھر بتایا کہ اس کے علاوہ جو بھی اچھا کام وہ کرے گا وہ نوافل کے زمرے میں آئے گا۔ اس نے کہا کہ میں وہی کروں گا جو مجھ پر فرض ہے اس سے زیادہ نہیں تو کیا میں بخشا جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں وہ تمہارے لئے کفایت کرے گا۔ (بخاری کتاب الایمان باب الزکوٰۃ من الاسلام) تو یہ کم از کم ضروری معیار ہے۔ چنانچہ اگر کوئی کم از کم معیار سے نیچے گرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے آئے گا نہ کہ لوگوں کے غضب کے۔ لوگ اسے صرف پیار سے سمجھا سکتے ہیں۔ صرف نصیحت ہی کی جاسکتی ہے، تو جو لوگ حدود سے تجاوز نہ کرنے والے ہوں ان پر کسی کو سختی کرنے کا حق نہیں۔

چنانچہ اگر بعض مربیان اور مبلغین عمدہ طور سے گزارا کر رہے ہیں تو کسی کو بھی علم نہیں ہوسکتا کہ ان کے دیگر ذرائع آمد کیا ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض اور ذرائع آمد مہیا فرمائے ہوں جو وہ ظاہر نہ کرنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ جب تک آپ ٹھوس شواہد نہ پیش کریں، بے ایمانی کے ٹھوس ثبوت مہیا نہ کریں تو آپ کو کوئی حق نہیں کہ کہیں دیکھو فلاں فلاں شخص اچھی طرز سے گزارا کر رہا ہے جبکہ اس کا اسے کوئی حق نہیں۔ کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نعمتیں مومنین کے لئے تیار کی گئی ہیں۔ اس دنیا میں دوسرے بھی ان میں شریک ہیں مگر آخرت میں وہ خاص طور پر صرف مومنین کے لئے ہی میسر ہوں گی۔

ایک اور بات یہ ہے کہ آپ کو امراء اور جماعت کے عہدیداران کے حوالہ سے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ امراء اور عہدیداران خلافت کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔ جو بالآخر ساری جماعت کی تنظیم کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ اس نظام کے کارکنان کی حیثیت سے انہیں خلافت کے نظام سے بعض حقوق عطا کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے مقام کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ بعض اوقات کسی خاص عہدیدار کے حقوق نہ جاننے یا نہ سمجھنے کی وجہ سے مسائل ابھرتے ہیں۔ لوگوں کو نہ تو اپنے حقوق کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی ان عہدیداروں کے حقوق کا جنہیں بعض کاموں پر مقرر کیا گیا ہو۔

چنانچہ یہ بہت اہم بات ہے کہ جماعت انگلستان ان سب دوستوں کو بتائے کہ عہدیداران کی کیا حدود ہیں۔ ان کے حقوق اور فرائض کیا ہیں۔ اور ان کی کیا حدود ہیں جن پر وہ بطور امیر، صدر یا کسی اور حیثیت میں مقرر کئے گئے ہیں۔ اگر آپ اپنے حقوق اور اپنے فرائض سے واضح طور پر آگاہ

ہوں تو کسی کو غلط فہمی اور نا اتفاقی کے بیج بونے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

ان چیزوں کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ جہالت ہے۔ جہالت اور تاریکی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔علم روشنی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے روشنی پھیلانی چاہئے۔ تا کہ ہر شخص راستہ دیکھ سکے۔ اس صورت میں ان باتوں کے پھیلنے کا امکان بہت کم ہے کیونکہ بصارت درست ہو تو پھر انسان دوسرے لوگوں سے ٹکراتا نہیں پھرتا، ماسوا جنگلی انسانوں کے۔ ایسا ہوتا تو ہے مگر بہت کم۔ نارمل ذہن رکھنے والے افراد ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دوسروں سے ٹکراتے نہیں پھرتے۔ چنانچہ ساری جماعت کو احمدیت کی روایات کے مطابق اپنے حقوق سے بھی آگاہ ہونا چاہئے اور نظام میں اپنے سے بالا افراد کے حقوق سے بھی۔ یہاں میں نے بالا افراد کا لفظ بولا ہے۔ میری مراد اس سے انتظامی طور پر بالا افراد سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو بعض افراد انتظامی طور پر بالا افراد سے کہیں زیادہ بلند ہونگے۔ کیونکہ یہ تو دل، اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کا معاملہ ہے کہ کون دراصل بلند مقام پر فائز ہے۔ تو میں صرف انتظامی طور پر بالا افراد کا ذکر کر رہا ہوں۔

اب میں یہاں پر بعض حقوق کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ اگر کسی امیر نے غلطی سے آپ کو کوئی غلط حکم دے دیا ہے اور اگر وہ حکم قرآنی تعلیمات کے منافی نہیں آپ کو اسکی اطاعت کرنی ہے۔ جیسا میں نے واضح کر دیا ہے اگر وہ حکم قرآن کریم کی تعلیمات کے منافی نہیں تو پھر آپ پر اطاعت فرض ہے۔ اور اگر کسی آیت قرآنی کی تفسیر میں اختلاف بھی ہو تب بھی آپ نے بات ماننی ہے۔ کیونکہ یہ آپ کا کام نہیں کہ اسکی تاویل ڈھونڈ کر امیر کی اطاعت نہ کرنے کا بہانہ تلاش کریں۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے امیر کی اطاعت پر اتنا زور دیا ہے کہ لوگ تعجب کرتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کیا اگر کوئی شخص ایسا ایسا ہو تو کیا پھر بھی ہم اسکی اطاعت کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں پھر بھی۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو تب بھی ہمیں اسکی اطاعت کرنی ہے۔ آنحضور ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر ایک حبشی غلام جس کا سر منقّہ کے دانے برابر ہو اور وہ تمہارے اوپر مقرر ہو جائے تب بھی تم نے اسکی اطاعت کرنی ہے۔ اب یہ وہ کمزوریاں تھیں جو عرب ذہن کو مشتعل کرتی تھیں۔ عرب ذہن اس بات کے ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ کسی عجمی کی اطاعت

کرے اور پھر ایسا شخص جو افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کی سرزمین سے تعلق رکھتا ہو۔ اس زمانہ کے عرب اس طرح کے لوگوں کی اطاعت کو خاص اپنی بے عزتی سمجھتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ غلام بھی ہو۔ ایک حبشی اور اوپر سے غلام، دو باتیں اکٹھی ہو کر عربوں کے لئے انہیں اپنا راہنما ماننا بہت مشکل تھا۔ پھر بڑے سر قیادت اور عقلمندی کی نشانی تھے۔ اور عرب بڑے سر ہونے پر فخر کرتے تھے کہ یہ عقل و دانش کی نشانی ہے۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ جتنا سر چھوٹا ہوگا اتنا ہی وہ شخص احمق اور بے وقوف ہوگا۔ اگر چھوٹا سر ہے تو زیادہ احمق ہوگا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے یہ دونوں کمزوریاں جمع فرمادیں اور فرمایا کہ اگر وہ ایک حبشی غلام ہو جس کا سر بھی اتنا چھوٹا ہو کہ محسوس ہو کہ اسکا دماغ ہی نہیں ہے، تب بھی اگر وہ امیر مقرر ہو جائے تو اسکی اطاعت کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ)

اسی صورت حال کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جب کوئی شخص نماز کی امامت کروا رہا ہو۔ بعض لوگ متجسّس ہوتے ہیں اور لوگوں کے بارہ میں ایسی معلومات رکھتے ہیں جو باقی جماعت کو معلوم نہیں ہوتیں۔ نتیجۃً وہ ایک قاضی کی طرح بعض دوسرے احمدیوں کے بارہ میں فیصلے کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے، وہ برائیوں کا شکار ہے۔ خواہ ان کے پاس کافی ثبوت ہو یا نہ ہو۔ خواہ وہ اس الزام کے ثبوت میں اسلامی قوانین کے مطابق تسلی بخش شہادت پیش نہ کرسکیں۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ وہ صرف ایک ہی رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ ہمیں علم ہے کہ فلاں فلاں شخص برائیوں کا شکار ہے۔ چنانچہ اسے کوئی عہدہ نہیں ملنا چاہئے۔ خصوصاً اس کے امام الصلوٰۃ ہونے کے بارہ میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

یہ سوالات حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں بھی اٹھائے گئے تھے اور ان کا قیامت تک کے لئے فیصلہ فرما دیا گیا۔ دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص بدکار ہو، نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو، بدتہذیب ہو اور نہایت برے کردار کا شخص ہو، اگر وہ امام الصلوٰۃ مقرر ہو جائے اور بعض لوگوں کی نظر میں اسکا امام ہونا کھٹکتا ہے کہ متقی لوگ اس قسم کے شخص کی پیروی میں نماز باجماعت کے لئے کھڑے ہوں تو اس قسم کے امام الصلوٰۃ مقرر ہونے کی صورت میں متبعین کو کیا کرنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسکی پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہی نمازیں قبول فرمائے گا۔ کیونکہ نمازیں امام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ البر والفاجر) کیا ہی حسین تعلیم ہے اور یہ کتنی خوبصورت اور سلامتی والی ہے۔ اسی وجہ سے اسکا نام اسلام ہے۔ اسکا مطلب ہے سلامتی۔ اس سے امن پھیلتا ہے۔ یہ سلامتی لاتی ہے اور سلامتی کا پیغام دیتی ہے۔ اسلام میں کوئی تفرقہ قابل قبول نہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی اس روح کے ساتھ آپ اپنے امیر اور دیگر عہدیداران کی پیروی کریں۔ اس بات سے قطع نظر کہ آپ انہیں متقی سمجھتے ہیں یا نہیں۔ یہ آپ کا کام نہیں کہ اس بارہ میں کوئی رائے دیں۔ یہ بعد الموت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اب میں امراء کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ان کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ عہدیداران کے اپنے کچھ فرائض ہیں۔ ان کا ان لوگوں سے شفقت کا سلوک ہونا چاہئے جن پر وہ نظام کو چلانے کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ لوگوں کو امیر کی اطاعت اسکی ذاتی استعداد کی بجائے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنی چاہئے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اور اس لئے کہ انہیں خلیفۃ المسیح نے مقرر فرمایا ہے۔ کسی اور وجہ سے نہیں۔ وہ تمام نظام کی اس لئے پیروی کریں کہ یہ نظام خلیفۃ المسیح کا مقرر فرمودہ ہے۔ انہوں نے ہر احمدی کی بیعت نہیں کی صرف خلیفۃ المسیح کی بیعت کی ہے۔ چنانچہ ہر امر اس کے ہاتھ سے نکلتا ہے اور احمدی اسکی اس لئے پیروی کرتے ہیں کہ وہ ان کے ایمان کا حصہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں ان کی اطاعت بالآخر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے نہ کہ کسی انسان کی۔ چنانچہ انہیں خلیفۃ المسیح نے ذمہ داری سونپی ہے۔ اس لئے انہیں اس طاقت کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ میں ایسے امیر کو ناپسند کرتا ہوں جو لوگوں پر شفقت نہ کرے کیونکہ جماعت کا خلیفہ سے براہِ راست رابطہ ہوتا ہے۔ اس سے ان کا ذاتی تعلق ہوتا ہے اور دراصل خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے علاوہ اس کے پیچھے کوئی اور مقصد نہیں۔ مگر وہ امیر کی اطاعت اسی وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کا تقرر خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے۔ وہ تمام نظام کی اطاعت اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ نظام خلیفۃ المسیح کا قائم فرمودہ ہے۔ انہوں نے ہر احمدی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی بلکہ صرف خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کی ہے چنانچہ ہر چیز اسی کے ہاتھ پر مرتکز ہوتی ہے اور وہیں سے پھوٹتی ہے اور احمدی اسکی پیروی کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے ایمان کا حصہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا دراصل وہ کسی ایک انسان کی پیروی کی بجائے

اطاعت کر رہے ہوتے ہیں۔

چونکہ خلیفۃ المسیح نے انہیں بعض اختیارات تفویض کئے ہیں اس لئے انہیں ان مفوضہ اختیارات کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ میں کسی ایسے امیر کو جو لوگوں کا ہمدرد نہیں ہے مقرر کرنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ خلیفہ کا سب احمدیوں سے براہِ راست تعلق ہوتا ہے اور انہیں اس لئے اسکی اطاعت کے لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ اس سے کمتر ہیں۔ بلکہ صرف نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اطاعت کے لیے کہا جاتا ہے۔ نہ کہ کسی اور وجہ سے مگر نظم وضبط کا مطلب سختی اور غیر ہمدردانہ رویہ نہیں ہے۔ میں خود کو کسی ایسے امیر کے ہاتھوں میں محفوظ نہیں سمجھتا جو احمدیوں سے اس قسم کا رویہ اختیار نہیں کرتا جو مجھے پسند ہے۔ چنانچہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی مشنری انچارج، کوئی صدر اپنی طاقت کا غلط استعمال کرے۔ کیونکہ اگر وہ ان احمدیوں کو جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ان کی اطاعت کرتے ہیں تکلیف دیں گے تو دراصل وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے اور وہ اللہ کے راستہ سے بھٹک جائیں گے۔

یہ ایک بہت سنجیدہ معاملہ ہے۔ آپ کو اس اعتماد پر جو آپ پر کیا گیا ہے پورا اترنا چاہئے۔ اور اس طرح سلوک کرنا چاہئے جیسا حضرت محمد ﷺ کا اپنے صحابہؓ سے تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر اس دنیا میں کسی شخصیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں آپؐ سے بڑھ کر کسی اور کے اختیارات کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی نمائندگی میں مبعوث ہوئے تھے اور آپؐ کی طرح کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی اس رنگ میں نمائندگی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے اگر بعض افراد اسلامی نظام پر معترض ہوتے ہوئے اسے آمریت سے تعبیر کرتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں۔ کرۂ ارض پر کوئی شخص دنیوی اصطلاح کی رو سے کوئی ایسی آمرانہ حیثیت یا آمریت کا دعویٰ نہیں کرسکتا جس قسم کا روحانی اقتدار اعلیٰ حضور اکرم ﷺ کو نبوت کے بعد من جانب اللہ عطا ہوا۔ جہاں تک دنیوی آمریت کا تعلق ہے اس کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ اسلام کی رو سے کسی مقتدر ہستی کی جتنی زیادہ طاقت یا قوت بڑھتی جائے گی اتنا زیادہ مقام خوف بڑھتا جائیگا کیونکہ بالآخر سب اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہیں۔ نتیجۃً طاقت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ خوف بہت بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس طاقت کو نہایت عاجزانہ طور پر استعمال فرمایا اور اتنے خوبصورت اور عمدہ انداز سے کہ آپؐ کی تمام زندگی پر کوئی انگلی بھی

نہیں اٹھا سکتا کہ کسی بھی موقع پر آمریت کا کوئی شائبہ بھی پیدا ہوا ہو۔آپؐ نے نہایت دانشمندی اور حکمت سے حکومت کی، آپؐ نے محبت سے حکومت کی۔اور اگر یہ تین پہلو موجود ہوں تو پھر آمریت کا سر اٹھانا ناممکن ہے۔آمریت کا حکمت سے کوئی رشتہ نہیں، نہ ہی دانشمندی یا محبت سے۔آمریت کا ان سب سے تعلق ہی کوئی نہیں۔تو یہ وہ انتظامی طریق ہے جو احمدیوں کو خواہ وہ کسی سطح پر خدمت کر رہے ہوں اپنانا چاہئے۔انہیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اس اعتماد کو جو ان پر کیا گیا ہے قائم رکھیں اور کسی بھی رنگ میں اپنی طاقت کا غلط استعمال نہ کریں۔اور اگر یہ دونوں پہلو اختیار کئے جائیں تو بہت سے مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

یہ وہ مثالی معاشرہ ہے جو جماعت احمدیہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔اور اسی مقصد کے حصول کے لئے آپ کو اپنی تمام قوتیں خرچ کرنی چاہئیں۔لیکن پھر بھی ہر پہلو پر نظر رکھنے،اور بہترین ماحول کے پیدا کرنے کے باوجود بھی کوئی نہ کوئی نہ روابات ہو جاتی ہے۔مثال کے طور پر کسی کے غلط انداز فکر یا رجحان یا کسی کے غلط رویہ یا غلط طرز عمل کے نتیجہ میں اختلافات سر اٹھا سکتے ہیں۔

کوئی ایسا کیوں کرتا ہے؟ یہ تیسری بات ہے جو میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔اگر آپ کو کسی عہدیدار سے شکایت ہے تو آپ کا حق ہے بلکہ ذمہ داری ہے کہ اسکے توسط سے مرکز کو فوری مطلع کریں۔اگر آپ کو خدشہ ہو کہ وہ یہ رپورٹ آگے نہیں بھجوائے گا تو اسکا طریق یہ ہے کہ ایک کاپی براہ راست مرکز کو بھجوا دی جائے۔یہاں میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک احمدیوں اور خلیفۃ المسیح کے رشتہ کا تعلق ہے کوئی احمدی جتنے خطوط چاہے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھ سکتا ہے۔اس بارہ میں کوئی روک نہیں۔لیکن اگر آپ کسی اور شخص کے منفی رویہ کے بارہ میں اطلاع دے رہے ہیں تو پھر اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ آپ کا فرض ہے کہ اس شخص کو بھی مطلع کریں ورنہ یہ غیبت شمار ہوگی۔اور ایسا کرنا کسی کے علم میں لائے بغیر اس پر کیچڑ اچھالنے کے مترادف ہوگا ہے۔اس وجہ سے یہ طریق اختیار کیا گیا ہے ورنہ جماعت احمدیہ اور خلیفۃ المسیح کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔کسی کے لئے بھی اس میں دخل دینا اور راستہ روکنا ممکن نہیں۔اس سے مجھے یہ خیال بھی آیا کہ اگر کوئی بدسلوکی اختیار کرتا ہے تو وہ خلیفۃ المسیح اور جماعت کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کرتا

ہے کیونکہ بعض لوگ جب مقامی عہدیداروں سے ناراض ہو جائیں تو وہ اس کے اور نظام کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے اور بعض لوگوں کو یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ براہ راست خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اپنا قضیہ پیش کر سکیں۔ چنانچہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک جماعتی کمزوری ہے اور وہ پھر خلافت سے بھی ناطہ توڑ لیتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا یہ لوگ خلیفۃ المسیح اور احمدی لوگوں کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں جسکا انہیں کوئی حق نہیں۔ چنانچہ اگر یہ مسئلہ سر اٹھائے تو اسکا حل یہ ہے کہ آپ خلیفۃ المسیح سے یا اس شعبہ سے براہ راست رابطہ کریں مثلاً اگر مالی معاملہ ہے تو وکیل المال کو تحریر کرنا چاہئے۔ تبشیر کا مسئلہ ہو تو وکالت تبشیر سے رابطہ کریں۔ لیکن اگر اس پر آپ کو تسلی نہ ہو اور ہو بھی آپ کو جلدی تو کم از کم یہ تو کریں کہ آپ مجھے خلیفۃ المسیح کی حیثیت میں لکھیں اور اسکی نقل امیر کو بھجوا دیں۔ ورنہ عمومی طریق یہی ہے کہ آپ اپنی شکایات امیر یا متعلقہ عہدیدار کے توسط سے جو بھی وہ ہیں بھجوائیں اور بہتر یہ ہوگا کہ ایک نقل براہ راست بھجوا دیں۔ تو پھر بالکل کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔

لیکن ایک بات میں واضح کر دوں کہ دنیا کے معاملات میں بھی اپیل نیچے سے اوپر کی طرف حرکت کرتی ہے۔ اوپر سے نیچے کی طرف نہیں۔ وہ احمدی جو اپنی اپیل عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ غلطی کے موجب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے لیے تباہی کا راستہ چنتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے کی بجائے مذہب سے بیگانہ عوام الناس کے سامنے جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے نیچے کی طرف اترتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ اپنی شکایات غلط جگہ پیش کرتے ہیں تو آپ نظام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس یک طرفہ پراپیگنڈا کا دوسری پارٹی کو دفاع کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ بعض اوقات انہیں اس بات کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

چنانچہ اول یہ کہ یک طرفہ پراپیگنڈا اسلام میں منع ہے۔ خواہ وہ کسی امیر کے بارہ میں ہو، عہدیدار کے بارہ میں یا عام احمدی کے بارہ میں۔ یہ بہت سختی سے منع ہے۔ اور اگر نظام کے کسی نمائندے کے بارہ میں ہے تو پھر یہ دُگنا خطرناک ہے کیونکہ یہ احمدیوں کے اخلاص پر حملہ کرتا ہے اور اس پر برا اثر ڈالتا ہے اور وہ اس پراپیگنڈے کے زیر اثر سست ہو جاتے ہیں۔ وہ حاصل کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ درست بھی ہوں تو انتقام لینا چاہتے ہیں۔ جماعت سے انتقام اور جماعت کی روح سے

انتقام! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ احمدیت کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ایسے تمام افراد کو اللہ تعالیٰ نے نکال باہر کیا اس کا خیال رکھے بغیر کہ وہ ابتداً درست تھے یا غلط۔ مگر جو طریق انہوں نے اختیار کیا وہ یقیناً غلط اور تکلیف دہ تھا اور انہیں یہ طریق اختیار کرنے کی سزا ملی۔

لیکن اگر آپ بالا نظام سے شکایت کریں اور سب سے بالا و برتر ہستی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آپ اس پر ایمان کیوں نہیں رکھتے۔ اگر وہ زندہ اللہ ہے، اگر وہ حقیقت کبریٰ ہے تب وہی آخری اور حتمی طاقت ہے۔ اگر وہ حقیقت نہیں، اگر وہ صرف تصوراتی اور خیالی چیز ہے تب اس نظام کو چھوڑ دیں۔ ایسی احمقانہ تنظیم میں شامل ہونے کا کیا فائدہ جس کے پاس کچھ بھی نہیں اور وہ خیالی کہانیاں بُن رہی ہے۔ چنانچہ اس سوال کا یہ سادہ سا جواب ہے۔ خواہ مخواہ اس جماعت سے چمٹے رہنے کی بجائے آپ کو السلام علیکم کہہ کر انہیں تنہا چھوڑ دینا چاہئے۔ لیکن ہر مذہبی عقیدہ کی بنیاد کے مطابق اگر اللہ کی ذات ہے جو سنتا ہے اور انسانی معاملات میں دلچسپی لیتا ہے تو پھر آپ کو اپنی فریاد بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنی ہے۔ حتیٰ کہ اگر خلیفہ بھی آپ کی شکایت کی طرف توجہ نہ دے اور آپ کی سوچ سے متفق نہ ہو اور آپ اصرار کریں کہ وہ غلط طور پر انتظامیہ کی طرفداری کر رہا ہے تو جیسا کہ میں نے بتایا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آخری ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے بالمقابل خلیفہ کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اس کے بالمقابل تو وہ زمین پر ایک ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اللہ اگر چاہے تو اس کے ایک حکم سے وہ ختم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جب آپ کے پاس طاقتور ترین عدالت کا راستہ کھلا ہے تو اسکو چھوڑ کر عوام کی طرف رجوع کرنا اور ان کی توجہ مبذول کروانا بتوں کی پوجا نہیں تو پھر کیا ہے۔ یہ بت پرستی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اللہ کی حکمت بالغہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ آپ ایک گویئے کی طرح کچھ گیتوں کی پیروی کر رہے ہیں اور بس۔ چنانچہ اس رویہ سے احتیاط کریں۔ اگر آپ اس پس منظر میں درست رویہ رکھیں گے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے گا۔ آپ ایک بہترین معاشرے کی بنیاد رکھنے والے ہوں گے۔ جو پھیلتا اور وسعت پذیر ہوتا رہے گا۔ جو ہر سمت سے طاقت حاصل کرے گا۔ اور کوئی بھی اس قسم کے معاشرہ کو ختم کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔

بعض دوستوں نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ پہلے خطبہ جمعہ میں نے ایک

فریق کے بارہ میں میرا رویہ یکطرفہ اور متشددانہ تھا اور یہ کہ میں اپنے خاندان کے افراد کے بارہ میں کچھ زیادہ ہی سخت بول گیا ہوں جس خاندان سے میرا تعلق ہے۔ اور میں نے انہیں خاص طور پر سختی سے کہا ہے کہ اگر وہ قرض لیں تو اپنے معاملات صاف رکھیں۔ خصوصاً مالی معاملات، ورنہ وہ متاثرہ لوگوں کی نظر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام اور عزت پر بٹہ لگانے والے ہوں گے۔ میں نے یہ اس لئے نہیں کہا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ دوسرے لوگ بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ میں اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں۔ اسلام صرف یہ نہیں کہتا کہ صدقہ کے پہلے حقدار گھر والے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ نصیحت گھر سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو نبوت کے آغاز میں یہ ارشاد ہوا۔ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (الشعراء: ۲۱۵) کہ اپنے رشتہ داروں اور قریبی ساتھیوں کو تنبیہ کرو۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے خاندان سے ہی تبلیغ کا آغاز فرمایا اور پھر آپؐ پہاڑی پر تشریف لے گئے اور باقی تمام اہل مکہ سے خطاب فرمایا۔ چنانچہ یہ نہیں کہ مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ صرف یہ کہ میں قرآن کریم کی تعلیم کی متابعت کر رہا تھا۔ اور اس پالیسی پر عمل کر رہا تھا جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے۔

مالی معاملات میں گڑبڑ روکنے کے بارہ میں میں نے بڑی تفصیل سے اس لئے وضاحت کی ہے کہ کوئی معاشرہ عدل کے بغیر ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ وہ تخریب کا شکار ہو جائیگا اور کبھی ترقی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اسلامی ثقافت اور اسلامی معاشرہ کو دنیاداری کی طرف جھکا دیں گی۔ ایسا معاشرہ بیمار معاشرہ ہوگا۔ یہ ایسا معاشرہ ہوگا جیسے مثلاً ہم فرد واحد کی مثال لیں۔ میں اس قسم کے معاشرہ کی مثال اس طرح سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص زیادہ بلڈ پریشر یا کم بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار ہو یا گردوں کی کمزوری کی وجہ سے پیشاب زیادہ کرنے کا مریض ہو وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ایک بیمار شخص زندگی میں کچھ حاصل کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اگر صحت کسی بھی پہلو سے تھوڑی سی بھی خراب ہو تو وہ اس پہلو سے صحت مندانہ سرگرمیاں جاری نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اگر تکلیف زیادہ ہو تو وہ بالکل ناکارہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ورلڈ ریکارڈ توڑنے کے بارہ میں سوچنے سے قبل اچھی صحت بہت اہم ہے۔ اور آپ کو ورلڈ ریکارڈ توڑنے کا کام سونپا گیا ہے۔ یہ آپ کا مورچہ ہے۔ زندگی میں یہ آپ کا مقام ہے۔

چنانچہ صحت کی کمزوری کی علامات خواہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہوں برداشت نہیں کی جاسکتیں۔حتیٰ کہ سومیٹر تک دوڑنے والا دنیا کا بہترین اتھلیٹ بھی اگر سر درد محسوس کر رہا ہوتو ہوسکتا ہے کہ دسویں نمبر پر آنے والا اس سے جیت جائے۔ چنانچہ احمدی معاشرے میں صحت مند رجحان قائم کریں۔تب انشاءاللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ اپنے عظیم الشان مقاصد کو تیز رفتاری سے جلد حاصل کرنے والے ہوں گے۔

اس کے لئے میرے ذہن میں یہاں ایک کمیشن بنانے کا خیال ہے۔اوراس کے لئے میں نے بعض نام سوچ لئے ہیں۔میں اعلان کرتا ہوں کہ میرے جانے سے قبل مالی بدمعاملگی کے بارہ میں انگلستان میں رہنے والوں اور جو انگلستان سے جا چکے ہیں اور یا تو ان پر ان بدمعاملگیوں یا بے ایمانی کا الزام ہے اور یا انہوں نے انگلستان میں رہنے والے لوگوں پر ایسے الزامات لگائے ہیں، تحقیق کے لئے ایک کمیشن تشکیل پا جائیگا۔جو بھی ہو، یہ کمیشن تمام شکایات اور رپورٹس مجھے بھجوائے گا کہ کیا طریق اختیار کیا جائے۔

اسی طرح شادیوں کے بندھن ٹوٹ جانے کے بارہ میں بھی ایسی رپورٹس ملی ہیں جو خاوند کے بیوی سے غلط رویہ یا بیوی کی خاوند سے بدسلوکی کے نتیجہ میں ناکام ہوگئی ہیں۔جب ہم دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ گھر کے بارہ میں اسلام کی تعلیمات بہترین ہیں جن کی پیروی کرنا چاہئے اور اسی وقت ہم اپنے عمل سے اپنی بات کو رد کر دیتے ہیں تو یہ اسلام سے ناانصافی ہے۔تو یہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔اس کے لئے میں قضا بورڈ سے درخواست کرتا ہوں کہ ایسے تمام کیسز جو ابھی تک حل نہیں ہوئے انہیں جلد حل کروائیں۔چنانچہ ایکدفعہ جب قضا کوئی فیصلہ کرے تو پھر اس میں لیت ولعل نہیں ہونی چاہئے۔کیونکہ اگر آپ کے فیصلہ پر عملدرآمد میں دیر ہو جائے تو پھر انصاف کے تمام تقاضے ختم ہو جاتے ہیں۔فیصلہ پر عملدرآمد کروانے والوں کا کام نہیں کہ کسی فریق سے رحم اور ہمدردی کا سلوک کریں۔وہ قاضی کے فیصلہ پر قاضی نہیں ہیں۔اگر وہ غلط ہے اور آپ کو یقین ہے کہ وہ غلط ہے تب بھی آپ کا فرض ہے کہ اس پر عملدرآمد کروائیں کیونکہ غلط فیصلہ کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ہوگی آپ کے کندھوں پر نہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہوں گے آپ کو نہیں۔چنانچہ فیصلوں پر فوری عمل کروانا چاہئے اور میں اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ عملدرآمد کو جانتے بوجھتے ہوئے یا ویسے ہی لٹکایا جا رہا

ہو۔ البتہ انہیں جماعتی روایات کے مطابق اپیل کا حق ضرور ملنا چاہئے۔ اگر کسی کو بالا بورڈ کے پاس اپیل کرنے کا اختیار ہے تو پھر اسے کیوں روکا جائے؟ میرا مطلب ہے کہ اگر اپیل بالا بورڈ کے سامنے نہ پیش ہو یا بالا بورڈ بالآخر کوئی فیصلہ اس فریق کے بارہ میں کردے یا یہ بورڈ انگلستان میں ہو اور ان کے پاس کوئی ایسی اپیل نہ ہو۔ جو بھی نظام ہے، میں اس سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ مگر ایک دفعہ فیصلہ ہو جانے پر عملدرآمد میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ تاخیر ایک فریق سے بے انصافی ہوگی۔

آخر میں مَیں اجازت چاہنے سے قبل آپ سے اپنے سفر اور وطن واپسی کے لئے درخواست دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب بنائے اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو اپنی امان میں رکھے۔ رخصت حاصل کرنا یقیناً اداسی کا باعث ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر ذمہ داریاں جذباتی وابستگیوں سے زیادہ اہم ہوتی ہیں۔ واپس جانے کی اپنی ضروریات ہیں۔ وہاں اتنی محبت کرنے والے احمدی ہیں ایسے مخلص احمدی جن میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دینا ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ آجکل ہم ایک عجیب دنیا میں رہ رہے ہیں۔ عجیب صرف موجودہ حالات میں نہیں مگر ہمیشہ سے انسان کے لئے رخصت حاصل کرنا اداسی کا باعث رہا ہے۔ مگر یہ ایک ضرورت بھی ہے۔ اور اس میں ایک خوشی کا پہلو بھی ہے۔ کیونکہ یہ اداسیاں اگر دعاؤں میں بدل جائیں تو تسلی اور اطمینان کا موجب بھی ہوسکتی ہیں۔ یہ ایک الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ میرے لئے اپنے محسوسات کو بیان کرنا ناممکن ہے اور غالباً آپ کے لئے بھی اپنے محسوسات کا بیان مشکل ہے۔ مگر یہی زندگی کا طریق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا منصوبہ ہے جسے ہمیں قبول کرنا چاہئے۔ چنانچہ جیسا میں ایک بوجھل دل کے ساتھ اپنے جذبات کو دعاؤں کی صورت میں ڈھال رہا ہوں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی میرے لئے یہی کریں۔ کیونکہ میں اور آپ ہی احمدیت ہیں اور اس کے علاوہ احمدیوں کی کوئی پہچان نہیں۔ اور جو احمدیت کے لئے دعا کرتا ہے وہ اسلام اور دراصل اللہ تعالیٰ کے مقاصد کے لئے دعا کرتا ہے۔ ہمیں ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں محبت ہو، ایک دوسرے کا خیال ہو، قربانی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کی خاطر بھی۔ اس طرح سے ہم احمدیت کو مضبوط کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقاصد کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس نے ہمارے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔